اصلاحی مواعظ (۴۸)

بسم اللہ کی اہمیت

شیخ الاسلام جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بیت العلوم
۲۰ - نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۲۸۳

موضوع	=	بسم اللہ کی اہمیت
بیان	=	جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
ضبط وترتیب	=	محمد ناظم اشرف (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)
مقام	=	جامع مسجد نیلا گنبد، لاہور
باہتمام	=	محمد ناظم اشرف
ناشر	=	بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم	=	۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ القرآن	=	چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف	=	ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم	=	جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ کی اہمیت

بعد از خطبہ:

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان سيدنا و سندنا و نبينا و مولانا محمداً عبده و رسوله صلى الله تعالىٰ عليه و على آله واصحابه و بارك وسلم تسليما كثيراً كثيراً امابعد فااعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم o

الحمد لله رب العلمين o الرحمٰن الرحيم o مالك يوم الدين o اياك نعبد و اياك نستعين o اهدنا الصراط المستقيم o صراط الذين

انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین

○ صدق الله العظیم ....

شکرانِ نعمت

میں سب سے پہلے آپ تمام حضرات کو اور خود اپنے آپ کو اس بات کی مبارک باد دیتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنی زندگی میں ایک اور رمضان سے سرفراز فرمایا۔ نہ جانے ہم میں سے کتنے بھائی اور دوست ایسے ہیں جو گذشتہ سال رمضان اور اس سے متعلق کاموں میں ہمارے ساتھ شریک تھے لیکن اس سال وہ رمضان کی نعمتوں سے بہرہ ور نہیں ہو سکے، سب سے پہلے اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے کہ اس نے یہ رمضان اپنی رحمت اور فضل و کرم سے ہمیں عطا فرمایا۔ اللہ جل جلالہ کی رحمت سے امید ہے کہ لاکھوں کوتاہیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے رمضان میں کیے ہوئے اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں گے۔

عبادت کی توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے:

بعض اوقات ہمیں جس عبادت کی کبھی توفیق ہو جاتی ہے اس کے بارے میں ہم ناقدری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یعنی جب ہم یہ دیکھتے

ہیں کہ یہ عبادت اس طرح انجام نہیں پائی جس طرح انجام پائی جانا چاہئے تھی، اس کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکا، اس کے آداب ہم بجا نہیں لا سکے تو اس عبادت کی ناقدری ہمارے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس ناقدری کی وجہ سے ہم اس عبادت کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو توفیق محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یہ بھی ان کا کرم ہے اور بہت بڑا انعام ہے، لہٰذا اس کی ناقدری کسی بھی حالت میں کسی بھی مومن کو نہیں کرنی چاہئے۔ نمازوں کے بارے میں یہ جملہ بکثرت ہماری زبانوں پر آتا رہتا ہے کہ جی ہماری نماز کیا ہم تو ٹکریں مارتے ہیں، لیکن یاد رکھئے یہ کلمہ شکر اور قدر کا کلمہ نہیں ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ پہلے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی بارگاہ میں سجدہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ورنہ کتنے ہی ایسے افراد ہیں جو اس نعمت سے اب تک محروم ہیں۔

ہم نے رمضان میں روزے رکھے، تراویح پڑھی اور قرآن پاک پڑھنے کی توفیق ہوئی بے شک ہماری طرف سے وہ کوتاہیوں میں بھری ہوئی تھی، لیکن پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دی گئی توفیق کا شکر تو ادا کرلو کہ کتنے ہیں جن کو یہ توفیق نصیب ہی نہیں ہوئی کہ ان کے گھروں میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ رمضان کب آیا تھا اور کب چلا گیا، ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نہیں بنایا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

عبادت میں کوتاہی پر استغفار

جہاں تک عبادتوں میں اپنی طرف سے کوتاہی کا تعلق ہے تو یاد رکھو کہ کوئی بھی عبادت اللہ تبارک و تعالیٰ کی خالقیت کا اور اس کی ربوبیت کا حق ادا نہیں کرسکتی، لہٰذا ہماری طرف سے عبادات میں جو کوتاہیاں اور جو غلطیاں ہوئی ہیں ان پر استغفار کریں۔

نبی کریم ﷺ کا معمول

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریم سرور دو عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تو نماز سے فارغ ہونے کے فوراً بعد تین مرتبہ فرماتے تھے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

نماز کے بعد استغفار کی وجہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ استغفار کے معنی ہیں گناہوں سے معافی مانگنا، آدمی نے جب کوئی گناہ کیا ہو تو استغفار کرے، جب کوئی غلطی کی ہو تو معافی مانگے، جب کوئی گناہ ہی نہیں کیا تو نماز کے بعد استغفار کا کیا مطلب؟ اللہ جل شانہ کے حضور نماز پڑھی تو نماز کے بعد استغفار کیوں؟ وجہ درحقیقت یہ ہے کہ اشارہ اس

بات کی طرف کرنا مقصود ہے کہ نماز تو بے شک ہم نے پڑھ لی لیکن جیسا پڑھنے کا حق تھا وہ ہم سے ادا نہیں ہو سکا،لہذا ہماری نماز میں جو کوتاہیاں ہیں اس پر ہم استغفار کر رہے ہیں۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْن وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جو رات میں بہت کم سوتے ہیں (یعنی رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوئے ہیں، عبادت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور نمازیں پڑھ رہے ہیں اور سحری کے وقت وہ اللہ کے حضور استغفار کرتے ہیں''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یہ عجیب بات ہے کہ ساری رات تو کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے تو صبح کو استغفار کس بات کا کرتے ہیں، اپنے گناہوں کا یا کسی اور بات کا، تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ وہ استغفار اپنی رات کو کی گئی عبادت پر کرتے ہیں کہ رات کو کی گئی عبادت میں اے اللہ آپ کی ربوبیت کا حق ہم سے ادا

نہیں ہو سکا اس واسطے ہم اس پر استغفار کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی عبادت کا حال

خود نبی کریم سرور دو عالم ﷺ ساری ساری رات کھڑے رہتے ہیں پاؤں پر ورم آ رہا ہے۔ مگر پھر فرما رہے ہیں ماعبدناك حق عبادتك "اے اللہ ہم آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے"۔ماعرفناك حق معرفتك۔ "اے اللہ ہم آپ کی معرفت کا حق ادا نہیں کر سکے" تو جب نبی کریم ﷺ عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے تو ہم اور آپ کس طرح ادا کر لیں گے۔

چونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا تو اس کی صورت یہ بتائی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد استغفار کر لیا کرو ان کی رحمت ایسی ہے کہ وہ عبادات میں کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف کرنے کے بعد ان کی تلافی فرمائیں گے اور وہی چیز عطا فرمائیں گے جس کا انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فخر فرمانا

حدیث میں آتا کہ جب مسلمان رمضان کا مہینہ گزارنے کے بعد عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس مجمع کو دیکھ کر فرشتوں کے سامنے فخریہ انداز فرماتے ہیں، کیونکہ یہی وہ

فرشتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ جو مخلوق آپ پیدا کر رہے ہیں یہ زمین میں فساد پھیلائے گی۔ تو جب یہ لوگ عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! یہ بتلاؤ کہ جو مزدور اپنا کام پورا کر دے اس کا صلہ کیا ہونا چاہئے؟ وہ عرض کرتے ہیں بار الٰہی اس کا صلہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کو اس کی اجرت پوری ادا کر دینی چاہئے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ میرے بندے ہیں، میں نے ان کے ذمہ ایک کام لگایا تھا، ماہ رمضان میں انہوں نے اُسے پورا کر دیا اور آج جو میرے پاس جمع ہوئے ہیں وہ مجھ سے دعا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، پھر باری تعالیٰ اپنے عزت اور جلال کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، میرے کرم کی قسم، میرے علو کی قسم کہ آج میں ان سب کی مغفرت کر دوں گا ،اور نہ صرف مغفرت کر دوں گا بلکہ ان کی برائیوں کو حسنات میں بدل دوں گا کہ آج یہ اپنا کام پورا کرنے کے بعد جمع ہوئے ہیں اور دعا و استغفار کر رہے ہیں، اس لیے ان سے جو کوتاہیاں ہوئیں میں وہ معاف کر کے حسنات میں بدل دوں گا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ عارفی صاحبؒ کا خوش ہونا

ہمارا معمول تھا کہ ہم لوگ نماز عید کے بعد سب سے پہلے

اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب ہم حاضر ہوتے تو وہ بڑے شاداں اور فرحاں نظر آتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ بڑے خوش قسمت لوگ ہیں کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمارے سارے گناہ معاف فرما دیئے اور ہماری برائیوں کو حسنات میں تبدیل کر دیا ،اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ عبادت اللہ کے دربار میں قبول ہوئی، اور اپنی کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔

کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔من صام رمضان ایمانا واحتساباً غفرله ماتقدم من زنبه ''جو شخص رمضان کے روزے رکھ لے ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ تو اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے'' تو کیا گناہوں کے معاف ہونے میں کچھ شک ہے؟

حضرت صدیق اکبرؓ کا مقولہ

ایک مقولہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا بڑے کام کا اور بڑے یاد رکھنے کا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کام انجام دینے کے بعد دو کلمے کہہ لے تو شیطان کہتا ہے اس شخص نے

میری کمر توڑ دی، وہ دو کلمے یہ ہیں۔ (۱) الحمد اللہ (۲) استغفر اللہ۔
نماز پڑھی تو نماز کے بعد کہہ لیا الحمد اللہ۔ استغفر اللہ تو شیطان کہتا ہے کہ اس شخص نے میری کمر توڑ دی۔

عبادت کے بارے میں شیطان کا حربہ

شیطان کا حربہ عبادت کے بارے میں دو ہی قسم کا ہوتا ہے۔ ایک حربہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ عبادت کے بارے میں بندے کو کبر و ناز میں مبتلا کر دیتا ہے کہ میں بڑا عبادت گزار ہو گیا، میں نے اللہ کی بڑی عبادت کی، بندے کے دل میں عبادت پر ناز اور گھمنڈ پیدا کرتا ہے، تو الحمد اللہ کا لفظ شیطان کی کمر توڑ دیتا ہے کہ یہ جو میں نے کیا درحقیقت توفیق کسی اور کی ہے یہ سب کچھ اسی کی عطاء ہے۔

دوسرا حربہ شیطان کا یہ ہوتا ہے کہ شیطان اس بات پر لگا دیتا ہے کہ تیری عبادت کیا، تیری نماز کیا، تیرا سجدہ کیا، اور اس سجدہ کی ناقدری کر کے دل میں مایوسی پیدا کر دیتا ہے کہ ساری عمر ہو گئی نماز پڑھتے پڑھتے لیکن نماز پڑھنے کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہیں ہو سکا، جب وہ حق ادا نہیں ہوتا تو نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یہ مایوسی شیطان دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا علاج حضرت ابوبکر صدیقؓ نے استغفر اللہ کے ذریعہ بتادیا کہ عبادت میں جو کوتاہی ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔

عبادت کے بارے میں دل میں شبہ اور اس کا جواب

ایک مرتبہ میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحبؒ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے، انہوں نے آکر عرض کیا کہ حضرت یہ نماز میں جو ہم پڑھتے ہیں، دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کچھ حاصل نہیں ہوا، اور ایسی نماز کیا ہوئی کہ دل کہیں دماغ کہیں اور خیالات کہیں، اور نماز میں شہوانی اور نفسانی نہ جانے کیسے کیسے خیالات آتے رہتے ہیں، اور ہم ایسی حالت میں جا کر نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں، تو یہ نماز کیا ہوئی یہ تو ٹکریں ہوئیں، اس پر حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحبؒ نے اس شخص کا علاج کرنے کے لئے فرمایا کہ بھائی تمہارا سجدہ تو واقعی بڑا گندہ ہے کہ اس میں نفسانی اور شہوانی خیالات بھرے ہوئے ہیں، یہ سجدہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہے، تو تم ایسا کرو کہ یہ سجدہ تم مجھے کرو کیونکہ ایسا نفسانی اور شہوانی خیالات والا سجدہ اللہ تعالیٰ کے لائق تو ہے نہیں، جب یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں تو یہ سجدہ تم مجھے کرو، تو اس شخص نے کہا کہ نعوذباللہ آپ کو سجدہ کیسے کروں سجدہ تو صرف اللہ کو کیا جاتا ہے، تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ جب تم کہہ رہے ہو کہ یہ سجدہ کسی اور کو کرنا جائز نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، یہ پیشانی

کہیں اور جھک نہیں سکتی، یہ پیشانی کہیں اور ٹک نہیں سکتی یہ پیشانی صرف ایک ہی بارگاہ کے لیے ہے، تو جب انہوں نے پیشانی ٹیکنے کی توفیق دے دی تو پھر اس کی ناقدری کر کے اس کو ٹکر کیوں کہتے ہو، انہوں نے تمہیں توفیق دی اس پر شکر ادا کرو اور دماغ میں جو الٹے سیدھے خیالات آتے ہیں ان پر استغفار کرو۔ کیونکہ یہ سجدہ کہیں اور ہو نہیں سکتا لہٰذا اس کو گندہ سجدہ کہنا ناپاک سجدہ کہنا درست نہیں ہے۔

قبول ہو کہ نہ ہو پھر بھی ایک نعمت ہے
وہ سجدہ جس کو تیرے آستاں سے نسبت ہے

دو کام شکر اور استغفار

اب یہ سجدہ بارگاہ میں پیش کرنے والا سجدہ ہے، اس لیے اس کی ناقدری مت کرو، ہاں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر استغفار اور شکر کرو۔ جب بھی کسی عبادت کی اللہ تعالیٰ توفیق دے دیں اور یہ دو کام ہم اور آپ کر لیں تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوری امید رکھنی چاہیے کہ وہ اپنی رحمت سے اس کو قبول فرمائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری سب کمزوریوں اور کوتاہیوں سے اور ہماری نفسیات سے واقف ہیں، انہوں نے ہمیں طریقہ بتلا دیا کہ جب بھی کوئی نیک عمل کرنے کی توفیق ہوجائے تو ہمارے سامنے حاضر ہو کر شکر کرو اور استغفار کرو اس لیے اللہ کی رحمت پر امید کرتے ہوئے یہ

دو کام ہم میں سے ہر شخص کو کرنے چاہیں، ایک شکر دوسرا استغفار۔

بنیاد...... سورۃ فاتحہ

اس مجلس کا اعلان چونکہ درس قرآن کا ہوتا آ رہا ہے اس لیے آئندہ ہم اس کا آغاز سورۃ فاتحہ سے کریں گے اور ہم یہاں پر سورۃ فاتحہ کو بنیاد بنائیں گے، کیونکہ یہ سورۃ فاتحہ پورے قرآن مجید کا خلاصہ ہے اس کے ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے تمام مسائل آجائیں گے۔ سورۃ فاتحہ وہ سورۃ ہے کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سورۃ پورے قرآن مجید کا خلاصہ، عطر اور نچوڑ ہے۔

سورۃ فاتحہ ایک نعمت

حدیث میں فرمایا گیا کہ یہ سورۃ فاتحہ وہ نعمت ہے جو حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی بھی امت کو عطا نہیں کی گئی، اور یہ کل سات آیتیں ہیں، لیکن اس کے اندر پورے قرآن مجید کا خلاصہ آ گیا ہے، اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر نماز کی ہر رکعت میں اس سورۃ فاتحہ کو لازمی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحہ الکتاب﴾

''جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہے''

تو ایسی چیز جس کو ایک طرف سارے قرآن مجید کا خلاصہ عطر اور نچوڑ قرار دیا گیا، اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، کچھ تو راز ہوگا کہ اس کو لازمی قرار دیا گیا، ہم سورۃ فاتحہ کو پڑھتے ہیں لیکن بے دھیانی کے عالم میں فکر کیے بغیر، سوچے سمجھے بغیر پڑھتے ہیں کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں، کیا زبان سے نکال رہے ہیں۔سورۃ فاتحہ کے پیچھے جو مضامین اور ہدایت ہیں، جو معارف وانوارات ہیں، ان کی تھوڑی سی جھلک ہمارے ذہن میں آجائے اور پھر ہم سورۃ فاتحہ پڑھیں تو اس کا لطف ہی کچھ اور ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وہ سمجھ عطا فرما دیں۔آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سمجھنے کی ضرورت

غور کریں تو سب سے پہلے سورۃ فاتحہ اور ہر سورۃ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہورہا ہے، لہٰذا سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ آیت ایسی ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی سورۃ نازل ہوتی تو دو سورتوں کے درمیان فصل پیدا کرنے کے لیے حضرت جبرائیل امین اس آیت کو بھی لے کر آیا کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا مطلب یہ ہے کہ ”اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے میں شروع کرتا ہوں۔ قرآن مجید کو بھی اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا، ہر سورۃ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا، اس کے ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر (جائز) کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہونا چاہئے فرمایا:

﴿کل امر ذی بال لم یبدا بسم اللّٰہ فھوا قطع﴾

”کہ ہر وہ کام جو ذرا سی بھی اہمیت رکھتا ہو اگر وہ بسم اللہ سے نہ شروع کیا جائے وہ ادھورا ہے“۔

ہر کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرو

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ نامکمل اور ادھورا ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا کہ ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرو، سوار ہو تو بسم اللہ، صبح کو بیدار ہو تو بسم اللہ، گھر

سے نکلو تو بسم اللہ، ہر کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہونا چاہئے، یہ تعلیم دی ہمیں نبی کریم سرور دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔

ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی وجہ

ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی تعلیم کیوں دی گئی؟ کیا یہ کوئی منتر یا وظیفہ ہے جو اس کے پڑھنے کی تعلیم دی جا رہی ہے؟ اگر غور کریں تو اس کے پیچھے ایک بہت بڑی حکمت ہے، اور وہ حکمت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اس کو جائز دنیاوی مشاغل میں لگنے کی اجازت بھی دے دی تو جب انسان دنیا کے مشاغل میں لگتا ہے تو وہ مشاغل اس کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، اس میں انہماک پیدا کرتے ہیں، اور یہ انسان کی کچھ طبیعت اور جبلت ہے کیونکہ دنیا اس کو اپنی آنکھوں سے نظر آتی ہے لہٰذا اسکی اہمیت کچھ دل میں زیادہ پناہ گزیں ہو جاتی ہے۔ آخرت چونکہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی اس لیے اس کی اہمیت پس پشت چلی جاتی ہے۔ اب انسان دنیا کے کام میں لگا ہوا ہے، روزی کما رہا ہے، ملازمت اور زراعت کر رہا ہے، تجارت اور صنعت کر رہا ہے، اس میں لگا ہوا ہے، اس میں لگنے کے نتیجہ میں دن رات اسی کے خیالات اور تصورات اس کے ذہن میں آتے رہتے ہیں اور اس میں انہماک پیدا کرتے ہیں، اور

وہ اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے ان چیزوں کی وجہ سے غافل ہوتا رہتا ہے اور یہ غفلت ہی درحقیقت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

غفلت کو دور کرنے کا راستہ

اس لیے اس غفلت کو دور کرنے کا راستہ یہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا رشتہ اور تعلق قائم ہو جائے کہ خواہ وہ کسی بھی کام میں لگا ہوا ہو، لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہو، اور اس کو صوفیائے کرام تعلق مع اللہ کہتے ہیں۔

تو غفلت کا علاج، تعلق مع اللہ ہے کہ آدمی تعالیٰ کے ساتھ اپنا رشتہ قوی کرے تاکہ اس کو یوں کہہ سکے۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اللہ تعالیٰ سے کیسا تعلق قائم کرنا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگر مضبوط رشتہ اور تعلق قائم ہو جائے کہ دست بکار و دل بیار کا مصداق بن جائے۔ کہ ہاتھ تو دنیا کے کام میں لگے ہوئے ہیں لیکن دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہے، یہ

صورت حال جب پیدا ہو جائے تو غفلت انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، نہ شیطان اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ نفس اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جائے اور رشتہ درست ہو جائے۔ یہ تعلق کس طرح پیدا ہو اور کس طرح انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہو کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنا رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش گوار رکھے۔

ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف خیال رہنا چاہئے

ان لوگوں کو کچھ اندازہ ہوگا جن کو کسی شخص سے یا کسی ذات سے محبت ہوتی ہے تو ہر وقت ان کے دل و دماغ پر اسی شخص کا خیال رہتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو خط میں لکھا کہ کچھ عرصہ سے میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں جہاں بھی ہوتا ہوں، جس جگہ بھی ہوتا ہوں، جس حال میں ہوتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ قلب کا رخ تھانہ بھون کی جانب ہے، اور اس کی مثال یہ دی جیسے قطب نما ہوتا ہے، اس قطب نما کی سوئی کو کہیں بھی گھما لو اس کا رخ شمال ہی کی جانب کو ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ صورت بدل کر اللہ جل جلالہ کی جانب ہو جائے ،اور شیخ سے جو تعلق ہوتا ہے وہ بھی

درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوتا ہے، تو جب یہ تعلق پیدا ہو جائے کہ ہر وقت خیال اللہ تعالیٰ کی جانب ہو تو اس کو کہتے ہیں تعلق مع اللہ۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمانے لگے کہ جب میں پڑھتا تھا تو مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ جن کا ہر ایک رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے، وحی نازل ہو رہی ہے، فرشتے آ رہے ہیں، جنت اور جہنم کا مشاہدہ ہو رہا ہے، اور دنیا کی حقیقت آپ کے سامنے آ رہی ہے کہ یہ دنیا کتنی بے حقیقت ہے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کھیل رہے ہیں، آپ اپنی ازواج مطہرات کو رات کو کہانی سنا رہے ہیں۔ اور جس ذات پر وحی نازل ہو رہی ہے اتنا اونچا مقام کائنات میں آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا، وہ ذات حضرت عائشہؓ کو کہانی سنا رہی ہے، کہیں جا رہے ہیں تو راستہ میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ پہلے تو بڑا تعجب ہوتا تھا کہ یہ کیسے ہوتا ہوگا۔ فرمایا کہ الحمد اللہ اب پتہ چل گیا کہ یہ دونوں چیزیں کس طرح سے جمع ہو سکتی ہیں کہ کھیل بھی ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی جڑا ہوا ہے۔

حضرت خواجہ مجذوب صاحبؒ اور تعلق مع اللہ

میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

سے سنا کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحبؒ جو حضرت تھانویؒ کے بڑے خلیفہ تھے، فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد امرتسر میں حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے مدرسہ میں اجتماع تھا۔ وہاں پر حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت والد صاحب اور شاید حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت مجذوب صاحبؒ شعر بہت کہتے تھے، اور جب شعر کہتے تو گھنٹوں تک کہتے ہی رہتے، تو رات کے کھانے سے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مجذوب صاحبؒ کافی دیر تک شعر سناتے رہے، جب کافی دیر گھنٹہ دو گھنٹہ گزر گئے تو حضرت مجذوب صاحبؒ نے پوچھا کہ بھائی یہ سب کچھ تو ہو گیا یہ بتلاؤ کہ اس پورے عرصہ میں کس کس کو اللہ تعالیٰ سے غفلت رہی؟ تو والد صاحب فرمانے لگے کہ اس وقت ہم ایسے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ غفلت ہی غفلت میں تھے۔ حضرت مجذوب صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمد اللہ مجھے غفلت نہیں ہوئی، یعنی اس پورے عرصے ہنسی مذاق میں بھی حضرت مجذوب صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ سے غفلت نہیں ہوئی۔ جب یہ کیفیت تعلق مع اللہ کی اللہ تعالیٰ انسان کو عطا فرما دیتے ہیں تو نہ شیطان اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ نفس اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ کیونکہ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ لہٰذا اصل چیز جو حاصل کرنے کی ہے وہ ہے تعلق مع اللہ۔

تعلق مع اللہ حاصل کرنے کا طریقہ

اور اس تعلق مع اللہ کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ حضور نبی کرم ﷺ نے یہ بتلایا کہ جب بھی کوئی کام کرو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کرو! جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کام میں اللہ کے نام پر کر رہا ہوں، اگر اس کی توفیق نہ ہوتی تو میں یہ کام کیسے کر سکتا تھا۔ جب آدمی یہ سمجھ کر بسم اللہ پڑھے گا تو دنیا کے کسی بھی کام میں غافل شمار نہیں ہوگا۔

بسم اللہ پڑھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف ہے

جب انسان نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کیا جو بظاہر تو معمولی سا عمل ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراف ہے اس بات کا کہ یہ کھانا جو میرے سامنے آیا ہے یہ میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے، اور یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ میرے مالک کی عطا ہے۔

کرشمۂ خداوندی

جب ہم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا کھایا تو غفلت کہاں رہی، غفلت کا تو اسی لمحہ قلع قمع کر دیا، پہلے ہی قدم پر ذرا سمجھ کر بسم اللہ کہو کہ دیکھنے میں تو ایک نوالہ ہے جسے ہم نے ایک

ہی لمحہ میں حلق سے نیچے اتار لیا، لیکن سوچو کہ اس نوالہ کو تمہارے تک پہنچانے کے لیے اللہ جل جلالہ نے کائنات کی کتنی قوتوں کو تمہاری خدمت پر لگایا، یہ روٹی کا ایک نوالہ تھا کہ کسی نے کس وقت زمین میں بیج ڈالا ہوگا، انسان کا کام تو اتنا ہی ہے کہ بیج زمین میں ڈال دے، اس بیج سے پودا بنانا اور کونپل بنانا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ انسان کا اختیار صرف یہ ہے کہ زمین کو صاف کر کے بیج ڈال دے، اب وہ بیج زمین کے اندر کس طرح پرورش پاتا ہے اور پرورش پانے کے بعد کتنا چھوٹا سا بیج اور اس سے کتنی نازک کونپل نکلتی ہے کہ بچہ بھی اگر انگلی لگا دے تو وہ کونپل مرجھا جائے، لیکن وہ کونپل حیرت انگیز طور پر منوں وزنی زمین کا پیٹ پھاڑ کر باہر نکلتی ہے، اس بیج کو کونپل بنانا اور کونپل بنا کر زمین سے باہر نکال کر پودا بنانا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَفَرَأَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾

”اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جو تم زمین کے اندر بیج ڈالتے ہو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم ہیں اسے اگانے والے“۔ (سورۃ الواقعہ آیت ۶۳-۶۴)

آج اگر سارے سائنس دان مل کر چاہیں کہ اس مٹی سے

باہر مٹی کے اندر جو خود کار مشینیں اللہ نے لگا رکھی ہیں اس سے باہر اس کونپل کو پودا بنا کر نکالیں تو نہیں نکال سکتے۔ آج کوئی انسان ساری سائنس کی ساری طاقتیں استعمال کرنے کے بعد اسے باہر پودا نہیں بنا سکتا، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو یہ کام کرتی ہے کہ اس کام کے لیے بادل کہاں سے آتے ہیں اور زمین پر پانی برساتے ہیں، سورج اپنی شعاعیں زمین پر ڈال رہا ہے، ہوائیں چل رہی ہیں اور اس کی نشوونما کر رہی ہیں تو تب جا کر کونپل سے پودا اور پودے سے درخت بنتا ہے، اور پھر اس کے اندر گندم نمودار ہوتی ہے، پھر کتنی طاقتیں ہیں جو اس گندم کو پیس رہی ہیں اور اس کو چھان رہی ہیں، پھر کس طرح مکان والوں تک اور پھر ہم تک پہنچا اور پھر تم نے ایک ہی لمحہ میں اس کو حلق سے نیچے اتار لیا اور اس کی لذت بھی حاصل کر لی، لیکن مطالبہ صرف اتنا ہے کہ یہ جو نوالہ تمہارے حلق تک پہنچا یہ تمہارے اپنے دست بازو کا کرشمہ نہیں بلکہ یہ کسی دینے والے کی عطا ہے، اس لئے اس پر بسم اللہ الرحمٰن پڑھو۔

مولانا جامی فرماتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ: یہ بادل، یہ ہوائیں، یہ آسمان، یہ سورج، یہ سب اس کام پر اللہ تعالیٰ نے لگا رکھے ہیں کہ تیرے ہاتھ میں ایک روٹی آجائے، اور ہاتھ میں

روٹی آنے کے بعد صرف اتنا مطالبہ ہے کہ اس کو غفلت سے مت کھاؤ یہ سوچ کر کھاؤ کہ یہ کسی دینے والے نے دیا ہے، جب یہ سوچ کر کھاؤ گے تو یہ سارا کھانا غفلت سے عاری اور غفلت سے پاک ہو جائے گا اور اس طرح یہ عبادت بن جائے گا اور اس پر ثواب ملے گا۔ اور درحقیقت تم نے ابتداء میں بسم اللہ پڑھ کر غفلت کا خاتمہ کر دیا اور اب تم نے غفلت کی بجائے اللہ سے تعلق پیدا کر لیا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ علماء تو فرماتے ہیں کہ جس جانور پر اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا جائے وہ حلال نہیں حرام ہے، اور صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ صرف گوشت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کھانے والی چیز کے ساتھ خاص ہے کہ جو کھانا اللہ کا نام لیے بغیر کھایا وہ روحانی اعتبار سے مردار ہے، چاہے فتویٰ اس پر حلال ہونے کا ہو۔ مفتی سے پوچھو گے تو وہ یہی کہے گا کہ حلال ہے لیکن روحانی انوار کے لحاظ سے وہ کھانا مردار ہے کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ ادھورا اور بے برکت والا ہے۔ اس لیے ہم صرف بسم اللہ کو گوشت کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ کھانے کے ساتھ بھی رکھتے ہیں، لہٰذا کھانے کے شروع میں پڑھو اور اگر شروع میں بھول گئے، درمیان میں یاد آیا تو اس وقت پڑھ لو: بسم اللّٰه اوله و اخره یعنی اول میں بھی اللہ کا نام اور آخر میں بھی اللہ کا نام۔

بسم اللہ پڑھنے سے غفلت دور اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہمیں غفلت سے نکال رہی ہے اور ہمارا راستہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ رہی ہے۔ اس لئے ہر جائز کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینی چاہئے۔

بسم اللہ کو پڑھنا فرض کیوں نہیں بنایا

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بسم اللہ کی تاکید تو فرمائی لیکن ہر چیز پر بسم اللہ پڑھنا فرض نہیں بنایا، یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ اگر فرض بنا دیتے تو نہ پڑھے کا ہر وقت گناہ ہوتا اس لئے فرض نہیں بنایا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ بغیر بسم اللہ والے کام میں برکت نہیں ہوتی۔

برکت کی حقیقت

یہ برکت بھی بڑی عجیب وغریب چیز ہے، یہ برکت وہ چیز ہے جو کسی گنتی میں نہیں آتی، کوئی میٹر اس کی پیمائش نہیں کر سکتا اور کوئی آلہ اس کو ناپنے کے لیے ایجاد نہیں ہوا۔

برکت کے معنی یہ ہیں کہ تھوڑی سی چیز میں زیادہ کام نکل آئے، اور بے برکتی کے معنی یہ ہیں کہ بہت ساری چیز ہے لیکن اس میں فائدہ نہیں ہو رہا۔ دیکھو کتنے لوگ ہیں جو تھوڑے وقت میں بہت سا کام کر لیتے ہیں، تھوڑا کھانا ہے لیکن پیٹ بھر گیا، تھوڑی سی نیند کی

لیکن انسان کو بہت سی سیرابی حاصل ہو گئی۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو بہت سا کھانا کھاتے ہیں لیکن اس سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اس کو کہتے ہیں بے برکتی۔ تو جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا تو تمہارا رابطہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ دیا اور اب جو کام کرو گے اس میں برکت بھی ہوگی۔ وہ سارا کا سارا تعلق مع اللہ کے ماتحت آجائے گا اور غفلت تمہاری دور ہو جائے گی بشرطیکہ ذرا سمجھ کر پڑھا ہو۔

ہر کام سے پہلے بسم اللہ کا فلسفہ

پانی پی رہے ہو تو بسم اللہ یہ سوچ کر پڑھو کہ یہ پانی تمہارے ہاتھ میں پہنچانے کے لیے کائنات کی کتنی چیزیں استعمال ہوئی ہیں۔ سمندروں سے پانی کو بادلوں نے مون سون کی شکل میں اٹھایا، اور وہ مون سون بادل پانی اٹھا کر ہزاروں میل کا سفر طے کر کے تم تک پہنچے، اگر انسان سے کہا جاتا کہ بھائی ہم نے سارا پانی سمندر میں بھیج دیا، جاؤ وہاں سے پانی اٹھا لاؤ اور پیا کرو، اول تو انسان کے بس میں ہی نہیں تھا کہ وہاں سے پانی لے آتا اور اگر لاتا بھی تو کڑوا پانی، پینے کے لائق ہی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مون سون کی شکل میں پانی اس طرح اٹھایا کہ اس میں خودکار مشین لگی ہوئی ہے کہ وہی کڑوا پانی جب بادل میں پہنچتا ہے تو میٹھا ہو جاتا ہے، اور پھر اس بادل کے ذریعہ تمہیں کارگو سروس مہیا کر دی، اور اگر تم سے کہا

جاتا کہ سمندر سے پانی لیا کرو اور اس سے گزارہ کرو تو ذرا آج کوئی ہوائی جہاز پر منگوائے تو دو ہی دن میں دیوالیہ نکل جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی پانی کو برسایا، اگر یہ کہا جاتا کہ ہم پانی برسا رہے ہیں، ہمارا کام ختم ہو گیا، اور اب تم سال بھر کے لیے جمع کر کے رکھو تو کسی انسان کے بس میں تھا کہ اسے سال بھر کے لیے ذخیرہ کر کے رکھتا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان بادلوں کو اونچے اونچے پہاڑوں پر برسایا اور پہاڑوں پر خودکار فریزر لگے ہوئے ہیں جو اس پانی کو برف بنا کر پورے سال کے لیے ذخیرہ کر لیتے ہیں، قرآن نے اس طرف اشارہ کر دیا۔ ثم اسکنه فی الارض کہ ہم نے آسمان سے پانی اتارا اور زمین میں اس کو ٹھہرا دیا اور اسی طرح بادلوں کو پہاڑوں پر برسا کر برف کی سلیں لگا دیں، اور اگر یہ کہا جاتا کہ ہم نے تو پہاڑوں پر فریزر بنا دیا اب جاؤ اور جا کر وہاں سے لے آؤ تو کس کے بس میں تھا وہاں سے جا کر لانا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا کہ اپنی شعاعیں برسا اور شعاؤں کے ذریعہ پہاڑوں سے برف کو پگھلایا اور دریا بنائے اور دریا کی شکل میں پانی ساری دنیا میں پھیلا دیا، اور پھر ان دریاؤں کے ذریعہ زمین کی رگوں کا ایسا نظام بنایا کہ وہ پانی وہاں سے رس رس کر زمین کے چپہ چپہ پر پہنچ گیا کہ ذرا زمین کھودو اور وہاں سے پانی نکل آئے۔ اور وہ پانی تمہارے پاس آیا اور تم نے ایک ہی لمحہ میں غٹ غٹ کر کے سارا پانی پی لیا اور کبھی نہ سوچا کہ یہ

پانی تم تک کس طرح پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿اَفَرَئَیْتُمُ الْمَاءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾

''کہ دیکھو یہ پانی جو تم پی رہے ہو، آسمان سے ہم نے اتارا ہے یا تم نے اتارا''۔ (سورۃ الواقعہ آیت ٦٨۔٦٩)

اس لیے پانی پینے سے پہلے جو بسم اللہ کا حکم دیا جارہا ہے وہ درحقیقت اس بات کا اعتراف ہے کہ میرے مالک نے یہ جو پانی ہم تک پہنچایا ہے نہ جانے کتنی طاقتوں کو خرچ کرنے کے بعد پہنچایا، اور جب بسم اللہ پڑھ کر بندے نے ایک مرتبہ یہ اعتراف کرلیا تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ گیا، تعلق جڑنے کے نتیجہ میں کم ازکم اس پانی پینے میں غفلت نہیں ہوگی، اور وہ اس کے لیے عبادت بن جائے گا۔ اور یہ سارا فلسفہ ہے ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا، اگر ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے گا اور اس پر ثواب ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر کام سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین